فضائل التجوید

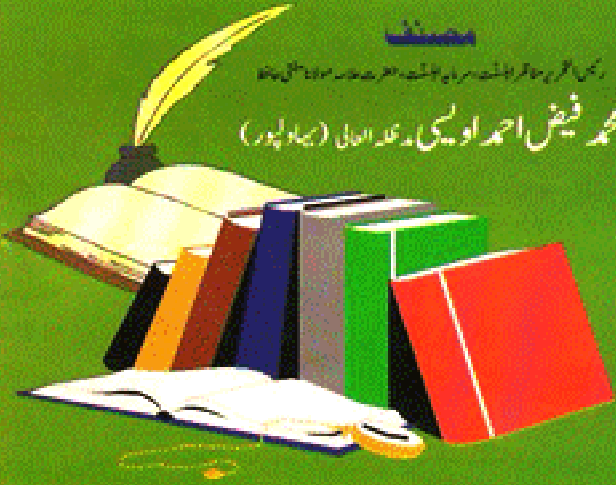

مصنف

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ (بہاولپور)

باہتمام

مولانا سید حمزہ علی قادری

ناشر

عطاری پبلشرز

مدینۃ المرشد کراچی

تقدیم

زیرِ نظر کتابچہ قرآنِ پاک کو تجوید سے پڑھنے کی اہمیت اور اس کے فضائل پر مبنی ہے۔

قرآنِ پاک کو تجوید سے نہ پڑھنے کے نقصانات اور اس کا کیا وَبال ہے یہ تمام باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

ہر مسلمان کو قرآن صحیح طور سے سیکھ کر اور سمجھ کر پڑھنا چاہیے تاکہ نمازیں بھی دُرست ہوں اور غلط قرآن پڑھنے کے وبال سے بھی بچیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو صحیح قرآن پڑھنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو اور دعا جو

حمزہ علی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! ہمارے دور میں علم التجوید کا چرچا ہے خدا کرے کہ ہر علمی شعبہ کا اسی طرح چرچا ہو۔ فقیر نے اسی چرچہ پر تجوید کے فضائل میں یہ رسالہ تیار کیا ہے تاکہ اس فن میں اہلِ اسلام کو اور زیادہ شوق ہو، اس کے فضائل کی چند وجہیں ہیں۔

علمِ تجوید اشرف العلوم ہے

سب کو معلوم ہے کہ علومِ دنیاوی کے مقابلہ میں دینی علوم بہر حال افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کالج کی کتنی بڑی ڈگری ہو وہ اسلامی علم کے بالمقابل کچھ نہیں۔ پھر تمام دینی علوم میں وہ علوم افضل ہیں جن کا تعلق براہِ راست قرآنِ کریم سے ہے اور اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ علمِ تجوید کا تعلق براہِ راست الفاظِ قرآن سے ہے اور چونکہ الفاظ قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز بھی مجد و شرف کا دم نہیں بھر سکتی تو انھیں الفاظ سے تعلق رکھنے والے علم تجوید کے متعلق بھی یہ متفقہ اور یقینی فیصلہ ہے کہ اس علم سے بڑھ کر کوئی بھی علم معزز و مشرف نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس علم کے اکابر اور دیگر محققین علماء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ علم تجوید اشرف العلوم ہے۔ کیونکہ اسے براہِ راست کلام الٰہی سے تعلق ہے۔

علمِ تجوید منزل من اللہ ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر اقویٰ سے اقویٰ درجہ استناد اس علم تجوید کو حاصل ہے۔ اس درجہ کا استناد شاید کسی بھی دینی علم کو حاصل نہ ہو اور علموں میں وسائط حائل ہوں گے۔ لیکن یہاں استناد میں کوئی واسطہ محض واسطہ کے طور پر حائل نہیں۔ علم تجوید و قرأت کی دنیا میں حضرت امام جزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں اُن کی مؤلفات صدہا سال سے علمِ تجوید و قرأت کے نصاب کا اہم ترین بنیادی جزء ہیں۔ یہی امام موصوف اپنی مشہور کتاب "مقدمۃ الجزریہ" میں فرماتے ہیں:۔

لانہ بہٖ الالٰہ انزلا وھٰکذا منہ الینا وصلا

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اسی نہج (تجوید) پر نازل فرمایا

اور اسی طریق سے ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہم تک قرآن مجید پہونچا۔

امام جزری کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کلام الٰہی مُنزِّل منَ اللہ ہے، اسی طرح علم تجوید بھی منزل من اللہ ہے۔ اب جو شخص قرأتِ قرآن یعنی تنزیل من رب العالمین کو ناقص ہی نہیں پارہ پارہ کرتا ہے۔ اسی لئے امام موصوف نے صاف فرمایا کہ جو شخص قرآن پاک کو تجوید سے نہیں پڑھتا وہ گناہ گار ہے۔ لیکن اس میں تفصیل ہے جسے ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

قرآن مجید سے علمِ تجوید کا ثبوت

اس فن تجوید کی اس سے بڑھ کر اور فضیلت کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن مجید میں واضح طور حکم فرمایا ہے: کما قال تعالیٰ: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا "اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھو"۔

فائدہ:۔ اس آیت کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں منقول ہے:۔

الترتیل هو تجوید الحروف ومعرفة الوقوف

یعنی ترتیل دو باتوں کے مجموعے کا نام ہے:۔

۱۔ حروف کو عمدگی اور تحسین کے ساتھ ادا کرنا (یہی تجوید ہے)۔

۲۔ وقفوں کا پہچاننا (یعنی آیت کہاں ختم ہے اور کہاں نہیں، کہاں ٹھہرنا جائز ہے اور کہاں ناجائز)۔

مذکورہ آیت کی مذکورہ تفسیر بڑی حد تک متفقہ ہے کسی فقیہ اور کسی مجتہد کا اس میں اختلاف نظر سے نہیں گزرا اس تفسیر کی رُو سے تجوید کی فرضیت کلامِ الٰہی سے ثابت ہو جاتی ہے۔ جو دلائلِ قطعیہ میں سب سے زیادہ مؤثر اور اقویٰ ہے اس صریح حکم کے باوجود بھی اگر کوئی شخص تجوید کے خلاف ہی قرآن پڑھتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ عملی طور پر قرآن سے بغاوت کا اعلان کر رہا ہے اور قرآن کے باغیوں کا ٹھکانہ کون نہیں جانتا کہ کہاں ہو گا یا کہاں ہونا چاہئے۔

بہر حال قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اور آہستگی سے اور حروف کو خوب ظاہر کر کے کہ وہ ایک دوسرے سے واضح ہوں یہاں تک کہ اگر حروف گننے والا شمار کرنا چاہے تو وہ اسے آسانی سے گن سکے اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کو تیز پڑھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ حقائق آیات میں غور و فکر کرو مثلاً ذکرِ الٰہی کے وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو دل میں جگہ دو اور وعدہ وعید میں رجاء و خوف کرسکو اور چاہئے کہ نظمِ قرآن میں خلل نہ ڈالو۔

ترتیل دراصل الرتل سے ہے بمعنی شے کا اتساق و انتظام استقامت کے ساتھ یعنی بے تکلف ظاہر کرنا یہاں تک کہ پڑھے ہوئے حصہ کو ثغر مرتل سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی وہ دانت جو ایک ایک ہو کر گریں اور اسے دانتوں کی سپیدی سے بھی تشبیہ ہے یعنی بالکل صاف شفاف تیز پڑھنے والے کیلئے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شر السیر الحقحقة وشر القرأة الهذرمة یعنی بری رفتار بے تحاشا دوڑنا اور بری قراۃ تیز پڑھنا ہے یہاں تک کہ پڑھے ہوئے کلام کے الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے دانتوں اور ایک دوسرے کے درمیانی سوراخ کا فاصلہ چھوڑے ہوئے نظر آئیں۔

فائدہ:۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ امر عام ہے جو اُمت کو بھی شامل ہے کیونکہ یہ امر اہم ہے جو سب کے لائق ہے۔

مسئلہ:۔ یہ امر وجوب کا ہے جیسے اس پر تاکید دلالت کرتی ہے یا مذہب کا ہے۔

علمِ تجوید رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر میں

اس فن کی خوش قسمتی ہے صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی آیت کے تحت لکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہترین مسجود (تجوید سے پڑھنے والے) تھے اسی طرح پڑھتے جس طرح آپ پر نازل ہوا۔

اور اسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرآت مد کے طور تھی آپ بسم اللہ شریف اور الرحمٰن اور الرحیم کو مد کے طور پر پڑھتے تھے۔ پہلے دو بسم اللہ الرحمٰن، کی مد قدر الف کے طبعی ہے اور آخر الرحیم کی عارضی ہے کہ وہ سکون کے ساتھ ہے اسی لئے اس میں تین وجہیں جائز ہیں:۔

۱۔ طول بمقدار تین الف۔

۲۔ توسط بمقدار دو الف۔

۳۔ قصر بمقدار ایک الف۔

علمِ تجوید اور اہتمامِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علمِ تجوید ہی وہ علم ہے جس کے حلقے اور تعلیمی انتظامات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قائم فرمائے۔ قرآن پڑھنے والے، پڑھانے والوں اور ان دونوں کی مدد کرنے والوں کے درمیان حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مضبوط نظم قائم فرمایا اور "اصحابِ صفہ" کے مبارک نام سے تو کوئی ناواقف نہ ہو گا۔ جنہوں نے دنیا کے تمام علائق کو منقطع کر دیا تھا اور جن کی زندگی کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ شب وروز قرآن کریم اور اس سے متعلقہ علوم کو حاصل کرتے رہے۔ خیر القرون قرنی کے دور میں علمِ تجوید و علم القرآن کا صرف چرچا ہی نہیں تھا بلکہ خود حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس جن اصحاب کرام کو پڑھایا ان کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں:۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو الدرداء، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن عباس، حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمر فاروق، حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، وغیر ذالک۔

یہ سب حضرات وہ تلامذۂ خاص ہیں جن کو خاص زبانِ رسالت سے علمِ تجوید حاصل ہوا اور پھر یہی حضرات تمام کائنات کیلئے معلم بن گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علمِ تجوید کی اہمیت خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بہت زیادہ تھی۔ اسی لئے اس کے تعلیمی انتظامات کا زیادہ اہتمام کیا گیا تھا۔

تجوید کی لغوی و اصطلاحی تحقیق

تجوید بمعنی حروف کو اپنے مخارج میں تحسین کرکے پڑھنا اور ان کی صفات کے حقوق ادا کرنا جیسے جہر و ہمس ولین وغیرہ اور یہ بغیر تکلف کے پڑھنا چاہئے یعنی قرأۃ میں ادائے مخارج میں زیادتی کرکے مشقت کا ارتکاب اور اس کی صفت کے بیان میں مبالغہ نہ ہو خلاصہ یہ کہ ترتیل میں تمطیط سے تحفظ ضروری ہے تمطیط بمعنی تجاوز عن الحد اور حدر میں ادماج و تخلیط نہ ہو یعنی قرأۃ ایسی ہو کہ گویا حروف وکلمات ایک دوسرے میں لپٹے ہوئے ہیں بوجہ برابر طریق کی زیادتی کے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرأۃ بمنزلہ بیاض کے ہے اگر قلیل ہو تو گندم گوں ہے زائد ہو تو برص ہے گھنگرالے بالوں کے اوپر ہو تو چھوٹے بالوں کی حیثیت ہے اس سے آگے بڑھے تو وہ قرأۃ ہی نہیں۔

تجوید کی اقسام

تجوید کی تین قسم ہیں: (۱) ترتیل (۲) حدر (۳) تدویر۔

ترتیل ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا۔ قاموس میں ہے رتل الکلام ترتیلا ای اس کی اچھی تالیف وترکیب کی اور اس میں ٹھہر ٹھہر کے عمل کیا اور آہستگی کی۔ یہی ورش وعاصم وحمزہ (رحمہم اللہ تعالی) کا مختار ہے۔

ترتیل کے فضائل

- نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے قرآن نہ سمجھا۔

فائدہ:۔ قوت القلوب میں ہے کہ افضل قرآۃ ترتیل ہے کیونکہ اس میں تدبر و تفکر ہے اور قرآۃ کی افضل ترتیل وتدبر وہ ہے جو نماز میں ہو۔

- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں سورۃ البقر ترتیل سے پڑھوں مجھے یہی زیادہ محبوب ہے اس سے کہ جلدی سے سالم قرآن مجید ختم کرڈالوں۔ (ہذامۃ عنبی سرعۃ ۔ جلدی)

- نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے بسم اللہ شریف کو بیس بار پڑھا ہر بار اس میں نیا فہم اور ہر کلمہ میں کئی علوم تھے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو آیت میں تلاوت کروں اور اسے سمجھ کر نہ پڑھوں تو میں اس کیلئے ثواب کی اُمید نہیں رکھتا۔

فائدہ:۔ بعض بزرگوں کی عادت تھی کہ جب وہ کوئی سورت پڑھتے لیکن سمجھتے کہ اس میں توجہ نہ تھی تو اسے دوبارہ پڑھتے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی تلاوت ترتیل سے ہو اس لئے کہ قرآن مجید کے نزول سے حقائق کا فہم اور اس کے مقتضا پر عمل مطلوب ہے۔

سلسلۃ الذہب میں حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا:۔

۱۔ صرف او کن حواس جسمانی	وقف او کن قوائے روحانی
۲۔ دل بمعنی زبان بلفظ سپار	چشم بر خط و نقط و عجم گذار
۳۔ گوش از و معدن جواہر کن	ہوش از و مخزن سرائر کن
۴۔ در ادایش مکن زبان کج مج	حرفہائش ادا کن از مخرج
۵۔ دور باش از تہتک و تعجیل	کام گیر از تامل و ترتیل

(ترجمہ)

۱۔ حواس جسمانی کو قرآن مجید پر صَرف کر	اس پر قوائے روحانی وقف کر
۲۔ دل کو معنی میں اور زبان کو لفظوں کے سپرد کر	آنکھ کو خطا اور نقطوں اور اعراب وغیرہ پر چھوڑ
۳۔ کان کو اس سے جواہر کا خزانہ بنا	ہوش کو اس سے اسرار کا مخزن بنا
۴۔ اس کی ادائیگی میں زبان کو ٹیڑھا میڑھا نہ کر	اس کے حروف مخرج سے ادا کر
۵۔ اس کی ہتک اور عجلت سے دُور رہ	تامل و ترتیل سے مراد حاصل کر

فائدہ:۔ ہذر یعنی قراۃ میں تیزی کرنا۔ اور ایسی تیزی کہ جس سے کچھ سمجھ نہ آئے یہ ممنوع ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے کہ جلد پڑھنے کی اجازت ہے مگر ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آسکے یعنی کم سے کم مد کا جو درجہ قاریوں نے رکھا ہے اس کو ادا کرے ورنہ حرام ہے اس لئے کہ ترتیل سے قرآن پڑھنے کا حکم ہے۔ (درِ مختار، رد المختار) آج کل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا ادا ہونا تو بڑی بات ہے یعلمون تعلمون کے سوا کسی لفظ کا پتا بھی نہیں چلتا نہ تصحیح حروف ہوتی بلکہ جلدی میں لفظ کے لفظ کھا جاتے ہیں اور اس پر تفاخر ہوتا ہے کہ فلاں اس قدر جلد پڑھتا ہے حالانکہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا سخت حرام ہے۔

قرعہ فال بہ نام قاریاں

اس بات سے کوئی انکار نہیں کرے گا کہ اگر حق تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہے تو یہ صورت بھی عین ممکن بلکہ تحت القدرۃ ہے کہ اسباب ووَسائل کے بغیر اس کام کا ظہور ہو جائے اور متعدد مرتبہ ایسا ہو بھی چکا ہے مگر عام عادۃُ اللہ یہ ہے کہ اسباب سے قطع نظر نہیں کی جاتی۔ اسی سے ہم کہتے ہیں کہ قُرّاء و حفاظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کیلئے چنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (پ۱۴۔ سورۃ الحجر: ۹)

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

فائدہ:۔ آیہ مذکورہ میں جو وثوق و اعتماد کی شان ہے۔ اس سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی حفاظت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذمہ داری کو بیان فرمایا ہے کہ کسی اور محافظ کی ضرورت نہیں ہم اس کے محافظ خود ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوّلین و آخرین اور موجود میں کائنات کی ساری مخلوقات اس بات پر متفق ہو جائے کہ قرآن کریم کو مٹا دیا جائے اور سب مل کر اس کی عملی کوشش بھی کریں تو خدائے کعبہ کی قسم یہ سب ناکام رہیں گے اور قرآن ان کے مٹانے سے ہرگز نہ مٹ سکے گا یہ تو مطلب ہوا اللہ کے محافظ ہونے کا۔ مگر نزولِ قرآن کے روزِ اوّل سے لے کر آج تک ہوتا کیا رہا ہے! ہوتا یہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں ہی میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر لیا ہے کہ اگر اللہ قرآن کا محافظِ حقیقی ہے تو اللہ کے بندے محافظِ مجازی بن جائیں اسی طرح قرآن کریم کی ہمہ گوں و ہمہ گیر حفاظت کے سامان پیدا ہو جائیں۔

وہ کلام قدیم جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُتارا آپ کی وِراثت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم منتخب ہوئے ان کے بعد یہ دولت تابعین کو پہنچی۔ اور اس کے بعد سے ہمیں سپرد ہوئی۔ اس کے بعد کمزوری اور درماندگی کا اظہار ہونے لگا ان لوگوں نے ان علوم وفنونِ قرآنی کے حامل بننے میں تندہی سے کام نہیں کیا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو محنت سے حاصل کیا تھا اور علمائے تبع تابعین نے تمام علوم و فنون قرآن پر ایک ساتھ واقف ہونے میں خلل پیدا کر دیا۔ یعنی انہوں نے علوم قرآن کی بہت سی نوعیں کر ڈالیں اور ہر ایک گروہ اس کے فنون میں سے کسی ایک فن کو سنبھالنے پر متوجہ ہو گیا۔

کسی جماعت نے قرآن کی لغتوں کے ضبط کرنے، اس کے کلمات کی تحریر، اس کے حروف کے مخارج اور تعداد، اور اس کے کلمات، آیات، سورتوں، احزاب، انصاف اور ارباع کی تعداد اور سجدہ ہائے قرآن کا شمار، اور دس آیتوں تک اس کے تعلیم دینے کا قاعدہ وغیرہ محض اس کے متشابہ کلموں کے حصر (شمار) اور متماثل آیتوں کے شمار ہی پر اکتفا کیا اور قرآن کے معنی سے کوئی تعرض ہی نہ کیا اور نہ اُن فنون پر توجہ کی جو کہ قرآن میں ودیعت کئے گئے تھے اور ان لوگوں کو قراء کے نام سے موسوم کیا گیا۔

خدام القرآن کی اقسام

چنانچہ حفاظ و قراء نے قرآن پاک کے مقدس الفاظ کی حفاظت کا بیڑا اُٹھایا بعض علماء کرام نے اس کتابِ الٰہی کے معانی کو محفوظ کر لیا اور اہلِ فکر و نظر یعنی فقہاء و مجتہدین نے قرآن کے استنباطی اسالیب کو محفوظ کیا۔ غرضیکہ خدام القرآن کی جو جماعت جس لائق تھی اسی صلاحیت کے اُصول پر قرآن کریم سے متعلقہ تمام خدمات کو سامنے رکھ کر اس کی انجام دہی شروع کی۔ تا آں کہ آخر کار اللہ کی کتاب اُسی طرح من و عن ہمارے سامنے موجود ہے جس طرح کہ وہ نازل ہوئی تھی۔ حالانکہ چودہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس طویل ترین عرصہ میں بعض سرپھروں نے قرآن کریم کو مٹانے کی کوشش بھی کی۔ مگر قرآن کریم جوں کا توں موجود ہے۔ اس کے کسی ایک نقطے اور زبر زیر میں فرق نہیں آسکا، یہی ہے وہ وعدۂ حفاظت کی تکمیل' جس کا کام خُدامِ قرآن سے لیا گیا ہے۔

مجودین کا مرتبہ

پھر تمام خُدام القرآن میں ارجح اور اقدم درجہ اُن حضرات کا ہے جو الفاظ قرآن کے تحفظ میں مصروف ہیں۔ اس لئے کہ تمام معانی و مفاہیم اور استنباطات و استدلات کا محور و مرکز الفاظ ہیں۔ اگر الفاظ صحیح رہتے ہیں تو معانی و مفاہیم بھی اپنی جگہ دُرست رہتے ہیں اور اگر اصل الفاظ میں گڑبڑ ہو جائے تو معانی کی صحت کہاں قائم رہ سکتی ہے؟

علمِ تجوید اور حفاظتِ قرآن

اس تمام تر گزارش کا حاصل یہ ہوا کہ علمِ تجوید ہی وہ واحد علم ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کا عظیم الشان کام پورا کرایا ہے اور یہی وہ علم ہے جس سے اللہ کی کتاب کا حسن و جمال اور صحت و درستی قائم رہتی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی افادی پہلو اس علم کا ہو بھی نہیں سکتا۔ علمائے محققین نے اس علم کی عظیم افادیت کیلئے یہ کہہ کر ہمیشہ کیلئے محکم فیصلہ فرما دیا ہے کہ

"علمِ تجوید کا موضوع الفاظِ قرآن ہیں۔ کہ ان کا مخرج کیا ہے اور ان کی ادائیگی کس طرح ہو غرضیکہ علمِ قرآن کا موضوع حروفِ تہجی ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی علم کے شرف و وقار کا انحصار موضوع کی عظمت پر ہی ہوتا ہے۔ اور قرآن سے بڑی عظمت والا اور کون ہو سکتا ہے اسی لئے تجوید کی عظمت کا اندازہ خود لگا لیجئے۔"

عقلی دلیل علمِ تجوید کی اہمیت پر

قرآن کریم کو جہاں ہم ہدایت، قانون، دستور اور منشورِ الٰہی کے القاب سے یاد کرتے ہیں وہاں اس کی حیثیت شاہی فرمان کی بھی ہے۔ بادشاہ کی طرف سے کسی فرمان کا نافذ ہونا کسی بھی عقل کے خلاف نہیں بلکہ اس کی ضرورت کو عقلی طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر بادشاہ رعیت سے اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے تو عقل کا تقاضا ہے کہ بادشاہ کو احکامِ اطاعت اور طریقِ اطاعت کا اعلان بھی ضروری ہے اسی طرح عقل کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ اگر شاہی فرمان کو پڑھنے کی ضرورت درپیش ہو تو اس کو اسی طرح پڑھا جائے۔ اگر شاہی فرمان کے الفاظ کو غلط پڑھا جائے گا تو یہ اس فرمان کی توہین ہو گی جس کا تعلق براہِ راست بادشاہ کی ذات سے ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ بلا تمثیل میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ قرآن کریم بھی جب احکم الحاکمین کا فرمان ہے تو اس کا غلط پڑھنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہو گا یا غضب و قہر کا۔ اور اس فرمان کے نزول کا مطلب کیا ہے کہ الفاظ غلط کر دینے کی صورت میں وہ منشا صحیح طور پر معلوم کیا جا سکے گا۔ (غلط پڑھنے کے متعلق آگے آئے گا)۔

علمِ تجوید کی نفسیاتی اہمیت

نفسیاتی لحاظ سے بھی اس مسئلہ پر غور کر لیا جائے۔ یہ گفتگو طبع سلیم، وجدان صحیح اور ذوق کامل کا لحاظ رکھتے ہوئے کی جائیگی۔ یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ اگر روزانہ بات چیت کے صحیح الفاظ کو دانستہ یا نادانستہ غلط اور توڑ موڑ کر بولا جائے تو ہر سمجھ دار آدمی کے کان ضرور اذیت پاتے ہیں اور یہ اذیت اس قدر متعدی ہوتی ہے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر دماغ و روح بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

پھر اگر یہ غلط پسندی فوری اور وقتی ہو تو اسی سے پیدا شدہ اذیت بھی وقتی تاثر کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اور اگر یہ صورت حال ہنگامی نہیں دوامی ہے تو جس طرح پتھر پر پانی کے مسلسل تقاطر سے سوراخ ہو جاتا ہے اسی طرح غلط تلفظ کی مسلسل عادت سے قوائے باطنیہ بُری طرح ماؤف ہو جاتے ہیں۔ دماغ میں کدورت، طبیعت میں کجی پیدا ہو کر انسانی مزاج ہی غیر مستقیم ہو جاتا ہے۔ یہ بات تو اُن اثرات کی ہے جو ہماری روز مرہ کی عام گفتگو سے پیدا ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں۔

علمِ تجوید کی فنیت

زمانہ اپنے سازو سامان کے ساتھ ترقی کر رہا ہے بلکہ ترقی کر چکا ہے بلکہ ترقی کی حدوں سے آگے نکلا جا رہا ہے آجکل نئے علوم کا توذکر ہی کیا۔ پرانے علوم بھی تشکیل و ترتیب اور تالیف و تدوین کے مرحلوں سے گزر کر نئے علوم کی صورت میں آرہے ہیں۔ یہی حال علمِ تجوید کا بھی ہے کہ اپنے اجمال اور اپنی مختصر شکل و صورت کے اعتبار سے یہ قدیم ترین علم ہے۔ لیکن تفسیرات و تشریحات اور نو بہ نو مہذب و مرتب تالیفات کی وجہ سے اب یہ علم محض علم نہیں رہا بلکہ فن بن چکا ہے۔ دُنیا میں مختلف آرٹ مروج ہیں۔ اُن میں کوئی بھی اسلامی آرٹ کہلانے کا مستحق نہیں اب یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ پیش کرنے والے فن تجوید کو بطور ایک آرٹ کے پیش کر رہے ہیں جو محض آرٹ نہیں بلکہ اسلامی آرٹ ہے۔

ثقافت

ثقافت کی قسمیں بہت سی ہیں۔ یعنی جتنے ملک ہیں، اتنی ہی ثقافتیں ہیں ان کے علاوہ ایک قسم ایسی بھی ہے جس کے بارے میں تو بہت شہرت ہے باہر کا معلوم نہیں اور وہ ہے ثقافتِ اسلامی یا اسلامی ثقافت، ثقافت والوں نے اپنے دستور و مظاہروں سے جو تاثر دیا ہے، اس کی روشنی میں پوری ذمہ داری اور بڑی صفائی سے عرض کرتا ہوں کہ یہ مروجہ ثقافت اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اس ثقافت کو اسلام کے ذمے لگانا اسلام کی انتہائی توہین ہے بلکہ یہ ثقافت نہیں غلاظت ہے۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ ثقافت مختلف فنون لطیفہ کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اسلام اگر ثقافت کا حامی نہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ اسلام فنون لطیفہ سے انکار کرتا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ اوّل تو بلا دلیل و سبب فنون و کثیفہ کو فنونِ لطیفہ نام دینے کا حق کسی کو نہیں۔ جن فنون کو آج لطیف کہا جاتا ہے وہ اسلام کی نظر میں کثیف ہیں موقع نہیں ورنہ دلائل بھی پیش کرتا۔ دوسرے اسلام اگر فنون لطیفہ سے منکر ہوتا تو پھر فن تجوید کا کوئی وجود اس مذہب میں نہ ہوتا، یہ کوئی دیوانے، سر پھرے کی پکار نہیں بلکہ پوری ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں کہ تمام فنونِ لطیفہ میں فنِ تجوید ہی کو بلند ترین مقام حاصل ہے اور جو اس فن کا ماہر ہوگا، وہ آپ ہی کی زبان سے یہ اعتراف کرالے گا۔

وجہ ظاہر ہے کہ دیگر تمام فنون لطیفہ میں انسانی کمال و کسب ہی کو دخل ہے۔ اس لئے اُن کی پرواز محدود ہے۔ مگر فنِ تجوید میں انسانی کسب و کمال کے ساتھ ساتھ غیبی و روحانی قوتیں بھی شامل ہوتی ہیں اس لئے اس فن کی پرواز بھی لامحدود ہے۔

مطلب یہ ہے کہ فنون لطیفہ اور غلط اسلامی ثقافت کی رٹ لگانے والوں کو اگر کوئی بلند ترین آرٹ یا اسلامی ثقافت کا صحیح مظاہرہ دیکھنا ہو تو چاہئے کہ فنِ تجوید سے رابطہ پیدا کریں اس فن کے ماہرین سے ملیں پھر یہ فن خود حاصل کریں اور یہ ممکن نہ ہو تو حاصل کرنے والوں کی سرپرستی کریں، اُن سے پورا تعاون کریں کہ یہ اسلامی ثقافت کی بہترین خدمت ہوگی۔

ذوقِ جمال

انسان آج ذوقِ جمال کا اس قدر اسیر ہو چکا ہے کہ وہ جائز و ناجائز کی حدود پھلانگ کر ہر اُس شے کی طرف لپکتا ہے جو اُس کے جمال پسندانہ ذوق کو تسکین دے سکے۔

جمالیات کے دو ہی مرکز ہیں: (۱) حُسنِ صورت (۲) حسنِ صَوت۔ یعنی آج کا نوجوان یا اچھی صورت دیکھنا چاہتا ہے یا اچھی آواز سننا چاہتا ہے اور ان دونوں میں بھی میرا خیال ہے کہ حسنِ صوت ہی اصل ہے کہ صورت چاہے دیکھنے کو ملے یا نہ ملے مگر اچھی آواز کان میں پڑتی رہے یہ ہے خلاصہ آج کے ذوقِ جمال کا جس سے ہزاروں فتنے پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر اس کا رُخ اسلام کی طرف تبدیل کر دیا جائے کہ عارضی اور مجازی جمال سے ہٹ کر حقیقی اور دائمی جمال کی طرف توجہ مبذول کی جائے تو یہ کتنی بڑی خدمت ہوئی اور اس سے کتنے ہی مفاسد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

فنِ تجوید اور صوتیات

خوشی کا مقام ہے کہ یہ عظیم الشان کارنامہ بھی فنِ تجوید ہی کی بدولت اونچا ہو رہا ہے تفصیل کا تو موقع نہیں مختصر عرض ہے اس زمانہ میں صوتیات کو بڑی اہمیت حاصل ہے آواز کے داخلی و خارجی استعمال میں آج بے حد ترقی حاصل کی جا چکی ہے تو کیا آپ یہ خیال رکھتے ہیں کہ فنِ تجوید کو صوتیات سے کوئی تعلق نہیں! نہیں ایسا نہیں اوّل تو خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اِقر والقرآن بلحون العرب

یعنی قرآن کو عربوں کے لہجہ میں پڑھو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

حسنوا القرآن باصواتکم

اپنی آوازوں سے قرآن کو حسین بناؤ۔

ان ارشادات کی روشنی میں حسنِ صوت کا شدید ترین رابطہ قرآن کریم سے پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسرے جن ذرائع سے یہ علم و فن منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ انہیں ذرائع سے قرآن کریم میں خوش آوازی اور حسنِ صوت کا استعمال بھی منقول چلا آرہا ہے۔

موسیقی اور تجوید

موسیقی میں آپ کو صرف زیر و بم یا دوباب کا ہیر پھیر مسموع ہوگا۔ مگر فنِ تجوید میں صحت مخارج، درستی صفات، تحفظ اصول اور حسنِ صوت کا ایسا حسین امتزاج ملے گا جس کو سن کر اگر آپ اللہ والے نہ بھی ہوں تب بھی بے انتہا کیف اور لطف محسوس کریں گے۔ علاوہ ازیں آپ تلون آواز اور تنوع صوت کے لحاظ سے بھی فنِ تجوید کو بڑی بلندی پر پائیں گے۔ چنانچہ اس فن کے ماہرین سے آپ قرآن پاک کو مختلف لہجوں اور متعدد دلکش اندازہائے قرأت میں سن کر اس فیصلے پر پہنچیں گے کہ جو لوگ اس باقی اور دائمی کیف و لذت کو چھوڑ کر راگ رنگ کے فانی اثرات کو قبول کر رہے ہیں وہ ہرگز دانشمند نہیں کہلائے جاسکتے۔ بلکہ ایسے لوگ زندگی بڑے خسارے کے ساتھ گزار رہے ہیں۔

مختلف لہجے

اساتذہ تجوید و قرأت کے یہاں اکثر و بیشتر جو لہجے عموماً مروج ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) حسینی (۲) مصری (۳) حجازی (۴) عراقی وغیرہ اور بعض ماہرین کے یہاں ان کے مخصوص حلقوں میں حسبِ ذیل لہجے بھی رائج ہیں:۔

(۱) حسینی عجمی (۲) مصری قدیم مفرد (۳) مصری جدید (۴) حسینی عربی (۵) حجازی مفرد (۶) حجازی مرکب (۷) مصری قدیم مرکب (۸) محطاء عربی (۹) محطاء مصری (۱۰) راست (۱۱) مایایارکی (۱۲) عربی (۱۳) عراقی (۱۴) بغدادی (۱۵) بنامیٰ (۱۶) دوشین (۱۷) مناجاتی (۱۸) سیکا (۱۹) بڑھیا کا اور (۲۰) فقیری وغیرہ وغیرہ۔

ان کی تفصیل اور اطوارِ ادائیگی ماہرین فنِ تجوید سے سمجھا جاسکتا ہے۔

فائدہ:۔ علم التجوید کی اہمیت کے پیشِ نظر تین دن سے کم میں قرآن کا ختم خلافِ اولیٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے تین رات سے کم میں قرآن پڑھا اس نے سمجھا نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

شبینہ کا عدم جواز

بعض صاحبان نے شبینہ کا عدم جواز اس روایت سے ثابت کیا ہے یہ ان کی غلط فہمی ہے اس لئے کہ تین دن سے کم ختم کرنے کی ممانعت فردِ واحد کیلئے ہے اگر ایک سے زائد مل کر تین دن سے کم بلکہ اس سے بھی تھوڑے وقت میں ختم کریں تو اس حدیث شریف کے خلاف نہیں بشرطیکہ پڑھنے میں عجلت نہ ہو اور نہ ہی اصول تلاوت کے خلاف ہو۔ بلکہ اسلاف صالحین میں سے تو بعض بزرگ اتنا قلیل وقت میں متعدد قرآن مجید کے ختم فرمالیتے چنانچہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ

فائدہ: مروی ہے کہ اُمتِ مصطفوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں چار بزرگ ایسے گذرے ہیں جو ایک رکعت میں تمام قرآن مجید ختم کرتے تھے:۔

(۱) حضرت عثمان بن عفان (۲) حضرت تمیم الداری (۳) حضرت سعید بن جبیر (۴) حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

- حضرت ہمسر بن المنہال ایک ماہ میں قرآن کے نوے ختم کرتے تھے اور جو آیت سمجھ کر نہ پڑھی گئی تو اسے دوبارہ پڑھتے۔
- القاموس میں ہے کہ ابو الحسن علی بن عبد اللہ سادان بن البتنی ہچوں عربی مقری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دن میں چار قرآن مجید ختم کرتے تھے اور یہ حدر تلاوت فہمی کے ساتھ ہوتا تھا۔

آٹھ پہر میں ستّر ہزار بار قرآن ختم کیا

حضرت الشیخ موسیٰ السدرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر اصحاب الشیخ ابی مدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں کے مناقب میں مروی ہے کہ آپ کے اوراد میں ایک وِرد یہ تھا کہ آپ دن اور رات میں ستر ہزار ختم کرتے تھے۔ (یہ کرامت اسی قبیل سے ہے جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مشہور ہے اور وہ معجزہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کا مشہور ہے ۱۲۔ تفصیل فقیر کی کتاب شبینہ میں پڑھئے)۔

کرامت:۔ معجزہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زبور اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑے وقت میں تمام پڑھ لیتے تھے۔

فائدہ:۔ اس کی توجیہہ یوں ہوسکتی ہے کہ دن رات کے آٹھ گھنٹے ہیں اس کے ہر ایک بارہ گھنٹوں میں پینتیس ختم ہوتے ہیں اس کیلئے یوں ہوگا کہ اس کا ہر دن اور ہر رات تینتالیس سال اور نو ماہ کے ہو جاتے ہوں گے یا اس سے بھی زائد (یہ طے زمان کے قبیل سے ہے) بر تقدیر اوّل دن اور رات ستاسی سال اور چھ مال کے ہو جاتے ہوں گے ان سالوں کے حساب سے ان کا ایک ختم دن کو اور دوسرا ختم رات کو ہوتا ہوگا جیسا کہ عام عادت ہے یہ احتمال سرعۃ القاری کے اعتبار سے کم سے کم ہے (اس زائد کو خدا جانے)۔

- حدر ابن عامر والکسائی کا مختار ہے یعنی ذرا سا تیز تیز پڑھنا۔

یہ مراتب الممدود سے متصور ہوسکتا ہے یعنی تیزی ایسی نہ ہو جس سے معنی والفاظ بگڑ جائیں۔

حدیث شریف میں ہے۔ بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت بھیجتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ اس کیلئے ہے جو قرآن کے معانی والفاظ میں خلل ڈالتا ہے یا قرآن اس پر لعنت کرتا ہے جو اس پر عمل نہیں کرتا۔

فائدہ:۔ حدر سمجھ نہیں آئے گا جب تک لحن کی تحقیق معلوم نہ ہو لحن دو قسم ہے: (۱) جلی (۲) خفی۔

لحنِ جلی وہ خطا ہے جو الفاظ کو عارض ہوتا اور معنی میں خلل ڈالتا ہے مثلاً ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا جیسے الصالحات کے بجائے الطالحات پڑھ دے ایسے ہی اعراب کی غلطی مثلاً مجرور کو مرفوع یا منصوب پڑھنا اس سے معنی تبدیل ہوتا ہو یا نہ جیسے کوئی اَنَّ اللہَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیۡنَ وَرَسُوۡلُہٗ میں رسولہ کو مجرور پڑھنا۔

اور لحنِ خفی یہ وہ خطا ہے جس سے عرف و ضابطہ میں خلل آجائے جیسے اخفاء وادغام واظہار و قلب کا ترک اور جیسے مفخم و مُرقق (لفظ پُر کو غیر پُر پڑھنا) ایسے ہی مرقق کو مفخم پڑھنا اور ممدود کو مقصود پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ یہ امور وہ فرض عین نہیں جن کے ترک سے عذاب یا عقاب شدید مرتب ہوتا ہے ہاں اس میں تہدید اور خوف عقاب ضرور ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ لحنِ خفی یہ ہے کہ جسے ماہرین قراء کے سوا اور کوئی نہ جانتا ہو جیسے تکریر الرآت و تطنین النونات و تغلیظ اللامات و ترقیق الرآت ان کے غیر محل ہے ظاہر ہے کہ یہ فرض عین نہیں تو اسی لئے ان کے مرتب پر عقاب مرتب نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زائد تکلیف نہیں دیتا۔

دورِ حاضرہ کے قاریوں کا رد

بعض شروح الطریقہ میں ہے کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ قاری (تجوید جاننے والا) دیہاتیوں اور صحرا نشینوں اور بوڑھوں اور غلاموں اور لونڈیوں (عوام) کو کہے کہ تجوید کے بغیر نماز جائز نہیں حالانکہ تجوید ایسے لوگوں کے بس سے بالکل باہر ہے۔

مسئلہ: واجب ہے کہ تجوید اتنا قدر سیکھ لے کہ جس سے قرآن کا لفظ و معنی صحیح ہو سکے زیادہ کوشش خلوص و حضور القلب میں ہونی چاہئے۔

۱۔ لعنت است ایں کہ بہر لہجہ و صوت	شوق از تو حضور خاطر فوت
۲۔ فکر حسن غنا برد ہوشت	متکلم شود فراموشت
۳۔ لعنت است ایں کہ سات زد پے عیم	روز و شب با امیر و خواجہ ندیم
۴۔ لعنت است ایں کہ ہمت تو تمام	کنت معروف لفظ و حرف و کلام
۵۔ نقد عمرت ز فکرت معوج	خرج شد در رعایت مخرج
۶۔ صرف کردی ہمہ حیات سرہ	در قرآت سبعہ و عشرہ
۷۔ ہمچنیں ہر چہ از کلام خدا	جز خدا قبلہ دلست ترا
۸۔ موجب لعن وماتہ طرد است	جدا مقبلی کہ زاں فرد است
۹۔ معنی لعن چیست مردودی	بمقامات بعد خشنودی
۱۰۔ ہر کہ ماند از خدا یک سر مو	آمد اندر مقام بعد حرو
۱۱۔ گرچہ ملعون نشد ز حق مطلق	ہست ملعون بقدر از حق

(ترجمہ)

۱۔ لعنت ہے تم پر اگر تلاوتِ قرآن میں صرف لہجہ اور اچھی آواز سنوارنے سے تجھ سے حضورِ قلب فوت ہو جاتا ہے۔

۲۔ خوش آوازی کی فکر نے تیرے ہوش اُڑا دیئے تجھ کو کلام والے (صاحبِ قرآن) بھول جاتا ہے۔

۳۔ تجھ پر لعنت کہ تجھے زر و سیم کی لالچ نے امیر اور دُنیادار کا ہمنشین بنا دیا۔

۴۔ تجھ پر لعنت کہ تیری تمام ہمت لفظ و حروف و کلام میں مصروف ہو گئی۔

۵۔ نقد عمر کو ٹیڑھے فکر میں تو نے ضائع کر دیا صرف مخارج حروف کی رعایت پر تیری زندگی صَرف ہو گئی۔

۶۔ تمام زندگی تو نے قراۃ سبعہ و عشرہ میں صرف کر دی۔

۷۔ ایسے ہی کلام خدا سے تیرے دل کا قبلہ غیر خدا ہے۔

۸۔ ہزار بار لعنت و پھٹکار کا موجب ہے جو مذکورہ بالا طریق پر زندگی گذارتا ہے اور مبارک ہو اس مقبولِ خدا کو جو اس طریق سے علیحدہ ہے۔

۹۔ مردود ہونے کا کیا معنی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دوری میں خوشی ہو۔

۱۰۔ جو اللہ تعالیٰ سے بال برابر دُور ہے اسے مقامِ بُعد (دوری) میں لذت حاصل ہوتی ہے۔

۱۱۔ اگرچہ ایسا آدمی حقیقی لعنتی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے دوری کی وجہ سے ملعون (دور از رحمت) ضرور ہے بقدر بُعد۔

قاری حضرات کو انتباہ

بعض قاری حضرات اپنی قرأۃ اور سُریلی آواز کے گھمنڈ میں دوسروں کو کچھ نہیں سمجھتے یہاں تک کہ علماء کرام کو بھی خاطر میں نہیں لاتے یہ ان کی بد قسمتی کی دلیل ہے۔مانا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو دولتِ تجوید اور سریلی آواز سے نوازا ہے لیکن آپ کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ آپ اپنے سوا کسی کو کچھ نہ سمجھیں کہاں تم کہاں علماء کرام۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اس علم سے نوازا ہے جو تمہارا علمِ تجوید ان کے علوم کا ایک شعبہ ہے۔اسی لئے ان پر طعن و تشنیع برا عمل ہے بہت سے جاہل قاری علماء کرام کی قرأت سن کر کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔بلکہ کوئی معروف کے بجائے مجہول قرأت پڑھتا ہے تو بھی یہ صاحبان فتویٰ بازی کرتے ہیں ایسی بری حرکت سے خود کو بچائیں ورنہ فائدہ کے بجائے گھاٹے کا سودا ہو گا۔

تجوید کی فضیلت کا آخری اور حتمی فیصلہ

قرآن مجید کی تلاوت کے بیشمار فضائل و برکات ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں قرآن پڑھنے والے کو لایا جائے گا اور اسے بہشت کے پہلے درجہ میں کھڑا کر کے کہا جائے گا پڑھ اور اسی طرح ترتیل سے پڑھ جیسے تو دُنیا میں ترتیل کرتا تھا کیونکہ تیرا مرتبہ بہشت میں آخری آیت پر ہو گا۔

اس طرح کے مراتب و کمالات تب نصیب ہوں گے جب قرآن پاک کو صحیح طریق سے پڑھا جائے گا اگر غلط پڑھے گا تو اُلٹا نقصان۔ اسی لئے چاہئے کہ قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کی کوشش کرے حسب امکان تصحیح مخارج وغیرہ کی کسی اچھے حافظ قاری صاحب سے اصلاح کرائے قرآن پاک کو صحیح پڑھنے سے خیر و برکت، اجر و ثواب، فوز و فلاح، نور اور رفع درجات و مراتب کا حاصل ہونا ایک یقینی امر ہے۔زبانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام اُمور کا بارہا اعلان ہوا ہے۔گویا دیگر امور سے قطع نظر صرف الفاظ قرأۃ ساتھ پڑھنا ہی باطنی تسکین اور مراتبِ روحانیہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے جو اس سے زیادہ کرے گا زیادہ پائے گا۔

غلط پڑھنے کے نتائجِ بد

اس کے برعکس قرآن مجید کو غلط پڑھنا خاص کر دانستہ طور پر غلط پڑھنا گویا نکبت و ادبار کو اپنے اوپر دعوت دینا ہے۔ قہر الٰہی کو آمادہ نزول کرنا ہے۔قحط و افلاس کو اپنے اوپر مسلط کرنا ہے امراض و بلیات میں شدید طور پر مبتلا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ نصوص آثار سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔اب ملت کے سامنے دونوں راستے ہیں۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

غلط قرآن پڑھنے کی ایک اور نحوست

قرآن کریم کے الفاظ کو غلط پڑھنے کا ایک لازمی برا نتیجہ یہ بھی ہے کہ انسان آہستہ آہستہ قرآنی برکات سے دور ہوتا چلا جاتا اور ایسے ایسے دماغی و قلبی امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جن کا علاج آج کل کی ترقی یافتہ سائنسی دنیا میں بھی معلوم نہیں کیا جا سکا۔ جیسا کہ باخبر حضرات اس کو خود بھی جانتے ہیں۔

لطیفہ:۔ قرآن کریم کے الفاظ کو غلط پڑھنے کا یا تو یہ اثر ہوگا کہ سرے سے معنی ہی بدل جائیں گے۔ تیسرے پارے کے شروع میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے فرمایا کیا تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کیا تمہیں اس کا یقین نہیں۔ عرض کیا کیوں نہیں وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ "مگر میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں"۔ اب اگر آپ قلبی میں دو نقطوں والا قاف نہیں پڑھتے بلکہ چھوٹا کاف لگا دیتے ہیں تو معنی یوں ہو جائیں گے کہ "میں چاہتا ہوں کہ میرا کتّا مطمئن ہو جائے"۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ یہ قرآن میں تحریف ہوئی یا نہیں جو لوگ اب بھی بے فکر ہیں اور قرآن صحیح کرنے کا اُن کو خیال بھی کبھی نہیں آتا اُنہیں اپنی عاقبت کا خیال کرنا چاہیے۔ یا قرآن کو غلط پڑھنے کا یہ اثر ہوگا کہ جو الفاظ یا معانی تھے وہ بے معنی اور مہمل ہو کر رہ جائینگے اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ یہ تحریف ہی کے مترادف ہوگا۔

مسائل تلاوت

قرآن مجید کی تلاوت سراً و جہراً ہر طرح جائز ہے لیکن جہاں دوسرے لوگ قریب ہوں وہاں سراً پڑھنا ضروری ہے۔ ہاں اکیلا ہو اور دیگر عوارض شرعیہ نہ ہوں تو بالجہر تلاوت بہتر ہے۔

جہر بالقرآن کے فضائل

قرآن کو جہر سے پڑھنے پر سات نیتیں کرلی جائیں:۔

(۱) ترتیل جس کا وہ مامور ہے۔

(۲) قرآن اچھی آواز سے پڑھنا مندوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قرآن کو اچھی آوازوں سے مزین کرو۔

حدیث شریف:۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہمارے سے نہیں جو قرآن سے غناء نہیں کرتا یعنی اچھی آواز سے نہیں پڑھتا۔ غناء کا معنیٰ اچھی آواز سے پڑھنے کا مطلب ہے اس سے بہتر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ غناء سے مراد استغناء ہے یعنی قرآن مجید پڑھ کر صرف اللہ تعالیٰ پر سہارا کرے کسی دنیا والے پر سہارا نہ ہو۔

(۳) دونوں کانوں کو قرآن سنائے گا اور دل کو بیدار کرے گا تاکہ کلامِ الٰہی میں تدبر کیا جاسکے اور معانی کو سمجھا جاسکے یہ سب کچھ جہر سے ہوگا۔

(۴) اونچی آواز سے نیند کو ہٹائے گا۔

(۵) کوئی نیند سے اُٹھ کر ذکرِ الٰہی کرے گا اس کی بیداری اور ذکر کرنے کا سبب اس کی تلاوت قرآن بالجہر ہوگا۔

(۶) کوئی بطال و غافل اسے دیکھے گا تو وہ بھی قیام اللیل کیلئے خوشی سے اُٹھے گا اور خدمت کا مشتاق ہوگا اس طرح سے یہ اس کا نیکی و تقویٰ پر معاون ہوا۔

(۷) بالجہر سے تلاوت بکثرت ہوگی اور وہ اس طرح سے قیام اللیل کی عادت بنائے گا۔ (قوت القلوب)

فائدہ:۔ اس طرح اس کے اعمال کی کثرت ہوگی جب تلاوت کرنے والے کی اتنی نیات ہوں تو ثواب بھی اتنا ملے گا اس لئے اس کا افضل عمل قرآن بالجہر ہے کیونکہ اس میں اعمال کثیرہ ہوں اور کثرۃ نیات سے کثرت اعمال ہوسکتے ہیں۔

فائدہ:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کہیں جمع ہوتے تو ان میں کسی کو قرآن پڑھنے کا حکم فرماتے اور مجتمع ہوکر قرآن سنتے۔

مسئلہ:۔ شرح الترغیب میں ہے کہ قرآن بالالحان پڑھنے میں آئمہ کا اختلاف ہے امام مالک اور جمہور کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ الحان سے قرآن کے نزول کے مطابق نہ ہوگا اور نہ ہی خشوع ہوگا، الحان سے سمجھنا آسان نہ ہوگا لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک الحان مباح ہے ایسے محدثین اسلاف کی جماعت بھی۔ اس لئے کہ یہ رِقت کا سبب اور خشیتِ الٰہی کو اُبھارنے والا ہے۔

مسئلہ:۔ قرآن پڑھنے میں آواز کو حسین اور مزین بنانا مستحب ہے بشرطیکہ نقصان کرکے حد القراٰۃ سے نکل جائے۔

مسئلہ:۔ اگر قراٰۃ میں افراط کیا یہاں تک کہ کوئی حرف بڑھا دیا یا اخفاء بڑھا دیا تو ایسا الحان حرام ہے۔ (روح البیان)

قرأة فی الصلوٰۃ کے مسائل

تتمہ کے طور پر چند مسائل از بہارِ شریعت شریف سے عرض کردوں تاکہ نماز میں قرآن میں قرأۃ قرآن میں غلطی واقع نہ ہو۔ حضرت علامہ حکیم امجد علی صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اس باب میں قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے نماز فاسد ہو گئی ورنہ نہیں۔

مسئلہ:۔ اعرابی غلطیاں اگر ایسی ہوں جن سے معنی نہ بگڑتے ہوں تو مفسد نہیں مثلاً لَاتَرفَعُوا اَصوَاتُکم نَعبَدُ اور اگر اتنا تغیر ہو کہ اس کا اعتقاداً اور قصداً پڑھنا کفر ہو تو احوط یہ ہے کہ اعادہ کرے مثلاً عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ میں میم کو زبر اور بے کو پیش پڑھ دیا اور اِنَّمَا یَخشَی اللہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا میں جلالت کو رفع اور العلماء کو زبر پڑھا اور فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ میں ذال کو زیر پڑھا اِیَّاکَ نَعبُدُ میں کاف کو زیر پڑھا اور اَلْمُصَوِّرُ کے واؤ کو زبر پڑھا۔ (ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ:۔ تشدید کو تخفیف پڑھا جیسے اِیَّاکَ نَعبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں ی پر تشدید نہ پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں ب پر تشدید نہ پڑھی قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا میں ت پر تشدید نہ پڑھی نماز ہو گئی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ:۔ مخفف کو مشدد پڑھا جیسے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللہِ میں ذال کو تشدید کے ساتھ پڑھا یا ترک ادغام کیا جیسے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ میں لام ظاہر کیا نماز ہو جائے گی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ:۔ حرف زیادہ کرنے سے اگر معنی نہ بگڑیں نماز فاسد نہ ہو گی جیسے وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ میں ر کے بعد ی زیادہ کی۔ ھُمُ الَّذِیْنَ میں میم کو جزم کر کے الف ظاہر کیا اور اگر معنی فاسد ہو جائیں جیسے زَرَابِیُ کو زَرَابیب، مَثَانِیَ کو مثانِین پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عالمگیری)

مسئلہ:۔ کسی حرف کو دوسرے کلمہ کے ساتھ وصل کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے اِیَّاکَ نَعبُدُ ۔ یوہیں کلمہ کے بعض حرف کو قطع کرنا بھی مفسد نہیں۔ یونہیں وقف و ابتداء کا بے موقع ہونا بھی مفسد نہیں اگرچہ وقف لازم ہو مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پر وقف کیا، پھر پڑھا اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ یا اَصْحٰبُ النَّارِ پر وقف نہ کیا اور اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ پڑھ دیا اور شَھِدَ اللہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ پر وقف کر کے اِلَّا ھُوَ پڑھا ان سب صورتوں میں نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا بہت قبیح ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ:۔ کوئی کلمہ زیادہ کر دیا تو وہ کلمہ قرآن میں ہے یا نہیں اور بہر صورت معنی کا فساد ہوتا ہے یا نہیں اگر معنی فاسد ہو جائیں گے نماز جاتی رہے گی جیسے اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَفَرُوا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ اور اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَھُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا وَّ جَمَالًا۔ اور اگر معنی متغیر نہ ہوں تو فاسد نہ ہوگی اگرچہ قرآن میں اس کی مثل نہ ہو جیسے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیۡرًا بَصِیۡرًا اور فِیۡھَا فَاکِھَۃٌ وَّ النَّخۡلُ وَّ تُفَّاحٌ وَّ رُمَّانٌ۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ:۔ کسی کلمہ کو چھوڑ گیا اور معنی فاسد نہ ہوئے جیسے جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُھَا میں دوسرے سیئۃ کو نہ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوئی اور اگر اس کی وجہ سے معنی فاسد ہوں جیسے فَمَا لَھُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ میں لا نہ پڑھا جائے تو نماز فاسد ہو گئی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ:۔ کوئی حرف کم کر دیا اور معنی فاسد ہوں جیسے خَلَقۡنَا بلا خ کے اور جَعَلۡنَا بغیر جیم کے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر معنی فاسد نہ ہوں مثلاً بروجہ ترخیم شرائط کے ساتھ حذف کیا جیسے یَا مَالِکُ میں یَا مَالِ پڑھا تو فاسد نہ ہوگی یوہیں تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا میں تَعَالَ پڑھا ہو جائے گی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ:۔ ایک لفظ کے بدلے میں دوسرا لفظ پڑھا اگر معنی فاسد نہ ہوں نماز ہو جائے گی جیسے علیم کی جگہ حکیم اور اگر معنی فاسد ہوں نماز نہ ہوگی جیسے وَعۡدًا عَلَیۡنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیۡنَ میں فٰعِلِیۡنَ کی جگہ غٰفِلِیۡنَ پڑھا اگر نسب میں غلطی کی اور منسوب الیہ قرآن میں نہیں ہے نماز فاسد ہو گی جیسے مَرۡیَمَ ابۡنَۃُ غَیۡلَانَ اور قرآن میں ہے تو فاسد نہ ہوئی جیسے مَرۡیَمَ بِنۡتُ لُقۡمَان ۔ (عالمگیری) حروف کی تقدیم و تاخیر میں بھی اگر معنی فاسد ہوں نماز فاسد ہے ورنہ نہیں جیسے قَسۡوَرَۃٍ کو قَوۡسَرَۃٍ پڑھا عَصۡفٍ کی جگہ عَفۡصٍ پڑھا فاسد ہو گئی اور اِنۡفَجَرَتۡ کو اِنۡفَرَجَتۡ پڑھا تو نہیں یہی حکم کلمہ کی تقدیم تاخیر کا ہے جیسے لَھُمۡ فِیۡھَا زَفِیۡرٌ وَّشَھِیۡقٌ میں شَھِیۡقٌ کو زَفِیۡرٌ پر مقدم کیا فاسد نہ ہوئی اور اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ وَّ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ پڑھا، فاسد ہو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ:۔ ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھا اگر پورا وقف کر چکا ہے تو نماز فاسد نہ ہوئی جیسے وَالۡعَصۡرِ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ پر وقف کر کے اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ پڑھا، یا اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پر وقف کیا پھر پڑھا اُولٰٓئِکَ ھُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ نماز ہو گئی اور اگر وقف نہ کیا تو معنی متغیر ہونے کی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی جیسے یہی مثال ورنہ نہیں جیسے اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَھُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ کی جگہ فَلَھُمۡ جَزَآءَ ۨالۡحُسۡنٰی پڑھا نماز ہو گئی۔ (عالمگیری)

مسئلہ:۔ کسی کلمہ کو مکرر پڑھا تو معنی فاسد ہونے میں نماز فاسد ہوگی جیسے رَبِّ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جبکہ بقصد اضافت پڑھا ہو یعنی رب کا رب مالک کا مالک اور اگر بقصد تصحیح مخارج مکرر کیا یا بغیر قصد زبان سے مکرر ہوگیا یا کچھ بھی قصد نہ کیا تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ:۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا اگر اس وجہ سے ہے کہ اس کی زبان سے وہ حرف ادا نہیں ہوتا تو مجبور ہے اس پر کوشش کرنا ضروری ہے اگر لاپروائی سے ہے جیسے آج کل کے اکثر حفاظ و علماء کہ ادا کرنے پر قادر ہیں مگر بے خیالی میں تبدیل حرف کردیتے ہیں تو اگر معنی فاسد ہوں نماز نہ ہوئی اس قسم کی جتنی نمازیں پڑھیں ہوں ان کی قضا لازم اس کی تفصیل باب الامامت میں مذکور ہوگی۔

مسئلہ:۔ ط ت، س ث ص، ذ ز ظ، ا ء ع، ہ ح، ض ذ ظ، ان حرفوں میں صحیح طور پر امتیاز رکھیں ورنہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی اور بعض تو س، ش، ز، ج، ق، ک، میں بھی فرق نہیں کرتے۔

مسئلہ:۔ مد، غنہ، اظہار، اخفاء، امالہ، بے موقع پڑھا یا جہاں پڑھنا ہے نہ پڑھا تو نماز ہوجائے گی۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ:۔ لحن کے ساتھ قرآن پڑھنا حرام ہے اور سننا بھی حرام مگر مد ولین میں لحن ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (عالمگیری) اگر فاحش نہ ہو کہ تان کی حد تک پہنچ جائے۔

مسئلہ:۔ اللہ عزوجل کیلئے مؤنث کے صیغے یا ضمیر ذکر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔

ھٰذا آخر مارقمہ قلم القادری ابی الصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور۔ پاکستان

۱۴ / رجب المرجب ۱۴۲۱ھ